آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہ حیثیتِ معلّم و محرّکِ علم

محمد مسعود

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس قوم میں مبعوث ہوئے اس میں ایک طرف تو تعلیم کا رواج نہ تھا، چند لوگ ہی تھے جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ دوسری طرف اس میں اعلیٰ ذہنی تربیت اور بلند اخلاقی قدروں کا تقریباً فقدان تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو آپ نے اپنی بعثت کا مقصد یہ بتایا:

انما بعثت معلماً۔ میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق۔ میں بھیجا گیا ہوں تاکہ بہترین اخلاق کی تکمیل کروں۔

آپ کی تعلیم کیا تھی اس کی قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیت سے بخوبی وضاحت ہو جاتی ہے:

لقد منّ اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولاً من انفسھم یتلوا علیھم ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ (۳-۴م)

(بے شک اللہ نے مومنوں پر احسان کیا جبکہ ان میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کو اس کی آیات سناتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے۔ اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے)

مندرجہ بالا آیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے چار مقاصد واضح ہوتے ہیں پہلا اللہ کی آیات پڑھ کر سنانا یعنی اللہ کا کلام (پیغام) بعینہ لوگوں تک پہنچانا۔ دوسرا اس کلام (پیغام) کی تشریح کرنا جس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک قولی اور دوسری عملی۔ تیسرا مقصد حکمت کی تعلیم دینا یعنی لوگوں میں یہ صلاحیت پیدا کرنا کہ ان کے اعمال صحیح رخ پر یعنی اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہو جائیں۔ چوتھا تزکیہ کرنا یعنی انسانوں کی ذہنی تربیت اس انداز سے کرنا کہ ان کے جذبات مناسب حدود میں آجائیں جس کے نتیجے میں ان میں اچھی خصلتیں مثلاً

سخاوت، ایثار، صداقت وغیرہ پیدا ہو جائیں اور بری خصلتیں مثلاً بخل، کینہ اور حسد وغیرہ دور ہو جائیں۔ مثال کے طور پر شجاعت ایک جذبہ ہے۔ اس کا اظہار اس طرح بھی ہو سکتا ہے کہ آدمی بلا وجہ کسی کو چیلنج کرے اور اس سے لڑائی مول لے۔ اور اس کا اظہار اس طرح بھی ہو سکتا ہے کہ میدان جنگ میں حق کے راستے میں دشمنوں سے جنگ کرے۔ موخر الذکر صورت میں جذبہ شجاعت کا اظہار تزکیہ کی حدود میں آتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ پہلے تین مرتبے تعلیم کے ہیں اور چوتھا یعنی تزکیہ علم کے لازم کی حیثیت سے ہے۔ اگر تزکیہ نہ ہو تو علم بجائے مفید ہونے کے انسانوں کے لئے مضر ہو سکتا ہے۔

آپؐ کے اصولِ تعلیم

آپؐ کے اصولِ تعلیم بھی تقریباً وہی تھے جو دوسرے انبیاء علیہم السلام کے تھے۔ ان اصولوں پر علامہ شبلی نعمانی نے امام رازی اور ابن رشد کے حوالے سے جو روشنی ڈالی ہے وہ مختصر طور پر یہ ہے

(ا) انبیاء کا مقصد عوام و خواص دونوں کی تعلیم و تربیت کرنا ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ عوام کے مقابلے میں خواص کی تعداد بہت کم ہوتی ہے۔ اس لئے انبیاء کا لوگوں سے خطاب کرنا اس انداز سے ہوتا ہے کہ وہ کم سے کم فہم و ادراک رکھنے والے کے ذہن میں بھی آسکے۔ البتہ ان کی گفتگو میں ایسے اشارات بھی ہوتے ہیں جن کو صرف خواص یعنی بلند عقل و شعور رکھنے والے لوگ ہی سمجھ سکیں۔

(ب) انبیاء کرام لوگوں سے ان کی اس عقل و فہم کے مطابق بات کرتے ہیں جو پیدائشی طور پر اکثر افراد میں پائی جاتی ہے۔ مراقبہ۔ مجاہدہ وغیرہ سے جو علم حاصل ہوتا ہے وہ انبیاء کے خطاب کا موضوع نہیں ہوتا۔ چنانچہ انبیاء نے لوگوں پر یہ ذمہ داری نہیں ڈالی کہ وہ اللہ تعالیٰ کو تجلیات مشاہدات، براہین اور قیاسات کے ذریعے پہچانیں۔

(ج) انبیاء کی تعلیم کا مقصد لوگوں کے اخلاق درست کرنا اور ان کے نفس کا تزکیہ کرنا ہوتا ہے۔ انبیاء اس کائنات میں رونما ہونے والے حادثات، واقعات اور سائنسی مسائل سے بحث نہیں کرتے۔ ان باتوں کو اگر کہیں بیان کرتے ہیں تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی شان اور قدرت کے ذکر کے سلسلے میں کرتے ہیں۔ مثلاً قرآن کریم میں چاند کی منازل۔ سورج کی رفتار۔ آسمانوں اور زمینوں کے طبقات

بارش کے نزول وغیرہ کا جہاں بھی ذکر آتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور عظمت کے بیان کرنے کے لئے ہی ہے۔

ایک دفعہ لوگوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے چاند کے گھٹنے اور بڑھنے کے بارے میں پوچھا۔ تو اس بات کا جواب دینے کی بجائے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "قل ھی مواقیتُ للناسِ والحج" (۲-۱۸۹)

(آپ کہہ دیجئے کہ یہ لوگوں کے لئے (عام معاملات میں) اور حج کے لئے اوقات متعین کرنے کا ذریعہ ہے۔)

خلاصہ یہ کہ جو علوم مشاہدات اور تجربات سے حاصل ہو سکتے ہیں وہ براہِ راست انبیاء کی تعلیم کا موضوع نہیں ہوتے۔

(د) انبیاء کی تعلیم کا عام اصول یہ ہے کہ وہ جس قوم کی طرف بھی بھیجے جاتے ہیں اس کے کھانے پینے، لباس، رہائش، عادات اور رسومات یکسر نہیں بدلتے بلکہ پہلے پورے معاشرے پر نظر ڈالتے ہیں۔ جو بات اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف نظر آتی ہے اس کو بالکل بدل دیتے ہیں اور جو اس کے حکم کے مطابق ہوتی ہے اس کو باقی رکھتے ہیں۔ اور جو باتیں کچھ خلاف اور کچھ مطابق ہوں ان میں ترمیم و تبدیلی کر کے انہیں حکم کے مطابق بنا دیتے ہیں۔

(ح) انبیاء لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے احکام کی مصلحتیں نہیں سمجھاتے بلکہ صرف یہ بتاتے ہیں کہ ایسا کرنے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے اور ایسا کرنے سے ناخوش۔ اس کی وجہ ایک تو یہ ہے کہ مصلحتیں ہر ایک کی سمجھ میں نہیں آسکتیں۔ دوسرے لوگوں پر جتنا اس بات کا اثر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں چیز سے خوش ہوتا ہے اور اس پر اجر دیتا ہے اور فلاں چیز سے ناخوش ہوتا ہے اور اس پر سزا دیتا ہے۔ مصلحتیں سمجھانے کا اتنا اثر نہیں ہوتا۔

(و) انبیاء پر جو شریعت نازل ہوتی ہے اس کے دو حصے ہوتے ہیں۔ ایک وہ عقائد جن کی تعلیم تمام انبیاء یکساں دیتے آئے ہیں۔ دوسرے وہ احکام جو خاص خاص قوموں اور ملکوں کے لحاظ سے بدلتے رہتے ہیں۔ رسول صلعم چونکہ تمام قوموں کی طرف اور قیامت تک کے لئے مبعوث کئے گئے ہیں لہٰذا آپ کے احکام ان عام اصولوں کے تحت ہیں جو تمام انسانوں کے لئے

قیامت تک کے لئے مقرر کر دیئے گئے ہیں۔ اور جن کی روشنی میں وقت اور جگہ کے لحاظ سے اجتہاد کر کے ہر آنے والے مسئلہ کا حل معلوم کیا جا سکتا ہے۔

آپؐ کی تعلیم کے دو پہلو

رسول صلعم دین کی تعلیم دو طریقوں سے دیتے تھے۔ ایک اپنے ارشادات کے ذریعے اور دوسرے اپنے عمل کے ذریعے۔ مسلمانوں کو یہ حکم تھا کہ وہ رسول صلعم کی پیروی کریں۔ یعنی اس طریق پر عمل کریں جس طرح وہ اپنے رسول صلعم کو کرتے دیکھیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ - (۲-۳۱)

(آپ کہہ دیجئے کہ اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تم سے محبت کرے گا۔)

رسول اللہ کی تعلیم کے دو مختلف طریقے

آپؐ کی تعلیم مختلف طریقوں سے ہوتی تھی۔ عام طور پر آپ مجلس میں بیٹھ کر لوگوں سے باتیں کرتے اور اس طرح ان کی تعلیم ہوتی۔ کبھی کوئی سائل سوال کرتا تو آپؐ جواب دیتے۔ کبھی مجمع میں تقریر فرماتے۔ آپؐ کی تقریر عام طور پر چند منٹ سے زیادہ نہ ہوتی تھی۔ آپ نے شاید ہی کبھی کوئی طویل تقریر کی ہو۔ اصحاب صفہ کے نام سے صحابہ کی ایک جماعت خصوصیت سے آپؐ کے زیر تعلیم رہتی تھی۔ جب آپ کوئی بات فرماتے تو اس کو تین بار دہراتے تاکہ لوگوں کی سمجھ میں آجائے۔

حصولِ علم کی فضیلت و فرضیت

علم حاصل کرنا فرض قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد نبویؐ ہے۔ طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم (علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے)۔

رسول اللہ صلعم کی بہت سی احادیث سے علم کی فضیلت اور حصولِ علم پر اجر کا ملنا ثابت ہوتا ہے۔ مثلاً مندرجہ ذیل احادیث ملاحظہ ہوں:

۱۔ من جاءہ الموت وھو یطلب العلم لیحیی بہ الاسلام فبینہ وبین النبیین درجۃ واحدۃ فی الجنۃ۔ (جس کو ایسی حالت میں موت آگئی کہ وہ علم حاصل کر رہا تھا تاکہ اس کے ذریعے اسلام کو زندہ کرے تو اس کے درمیان اور نبیوں کے درمیان جنت میں ایک درجہ کا فرق ہوگا)

(ب) ومن سلک طریقا یلتمس فیہ علما سھل اللہ بہ طریقا الی الجنۃ
(اور جو شخص علم کی تلاش میں کسی راستے پر چلتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے)
(ج) من خرج فی طلب العلم فھو فی سبیل اللہ حتی یرجع۔
(جو شخص علم کی طلب میں نکلتا ہے تو وہ لوٹنے تک اللہ کے راستے میں ہوتا ہے)

اشاعت علم کی تاکید اور فضیلت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دینی تعلیمات کو دوسرے لوگوں تک پہنچانے کی تاکید فرمائی۔ ارشاد نبویؐ ہے۔

بلغوا عنی ولو آیۃ۔ (میری طرف سے پہنچا دو اگرچہ ایک آیت ہو) کسی اچھائی کی تعلیم دینے والے کا درجہ اس اچھائی کرنے والے کے برابر قرار دیا گیا ہے۔
من دل علی خیر فلہ مثل اجر فاعلہ۔ (جس نے کسی اچھی بات کی طرف راہنمائی کی تو اس کے لئے اس کے کرنے والے جیسا اجر ہوگا) کسی کو علم سکھانا جس سے کہ سیکھنے والا نفع حاصل کرے ان اعمال میں سے قرار دیا گیا ہے جو انسان کی موت کے بعد بھی جاری رہتے ہیں اور ان پر اجر ملتا رہتا ہے۔
اذا مات الانسان انقطع عنہ عملہ الا من ثلثۃ من صدقۃ جاریۃ او علم ینتفع بہ او ولد صالح یدعو لہ۔ (جب انسان مر جاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے سوائے تین کے (کہ وہ منقطع نہیں ہوتے) صدقہ جاریہ۔ وہ علم جس سے کہ نفع حاصل کیا جائے۔ نیک بیٹا جو اس کے لئے دعا کرے)

مسلسل حصول علم کی ترغیب

قرآن کریم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دعا کی ترغیب کی گئی۔
رب زدنی علما۔ (اے میرے رب میرے علم میں زیادتی فرما) اس ہدایت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حصولِ علم میں تسلسل مطلوب ہے۔ کسی بھی مقام پر قناعت کرنا مطلوب نہیں۔ اس کے علاوہ علم کے کسی مرتبے پر پہنچ کر اس کو آخری حد سمجھ لینا مناسب نہیں۔ ارشاد خداوندی ہے۔ وفوق کل ذی علم علیم۔ (اور ہر علم والے سے بڑھ کر ایک علم والا ہے)

فروغ علم کے لئے رسول اللہ کا اہتمام

غزوۂ بدر میں قریش کے بعض لوگ قیدی بن کر آئے۔ ان کے متعلقین ان کی رہائی کے لئے مالی فدیہ لے کر آئے۔ اگرچہ اس وقت مسلمانوں کو سخت مالی مشکلات کا سامنا تھا۔ پھر بھی رسول اللہؐ نے مالی فدیہ قبول کرنے سے انکار کر دیا اور فدیہ کے طور پر ہر قیدی کے ذمہ یہ لگایا کہ وہ دس مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھائے۔ فروغ علم کے لئے رسول اللہ صلعم کا یہ انوکھا اقدام تھا جس کی مثال دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی۔

حصولِ علم کے لئے دوسرے اسلامی محرکات

قرآن کریم اور احادیث نبویؐ میں براہ راست ہدایات کے علاوہ حصولِ علم کے لئے محرکات بھی ہیں۔ ان میں سے ایک محرک مسلمانوں کے لئے یہ ہدایت ہے کہ وہ دنیا میں سیر و سیاحت کر کے ان قوموں کے انجام سے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے پیغام کو جھٹلایا تھا عبرت حاصل کریں۔ ایک محرک مسلمانوں کے لئے یہ حکم ہے کہ اپنے دشمنوں اور اللہ کے دشمنوں کو مرعوب کرنے کے لئے جتنی زیادہ قوت اور سامان جنگ فراہم کر سکیں کریں۔ یہ حکم جنگی صنعتوں اور ان سے متعلقہ سائنسی علوم کے حصول کے لئے ایک اہم محرک ہے۔

آیات قرآنی میں کائنات میں مظاہرِ قدرت کے بار بار حوالے مثلاً چاند کی مختلف منزلوں کا ذکر، ہر چیز کو ایک خاص نسبت سے پیدا کرنے کا بیان، سورج اور چاند کے خاص خاص دائروں میں حرکت کرنے کا ذکر، ہر چیز کے جوڑا جوڑا پیدا کرنے کا بیان، یہ سب چیزیں سائنسی تحقیقات کے لئے محرکات کا کام دیتی ہیں۔ نماز، روزہ، حج اور جہاد وغیرہ کے احکام بھی سائنسی مطالعے کے محرکات کا کام دیتے ہیں۔ نماز کے اوقات اور سمتِ قبلہ معلوم کرنے کے لئے مسلمانوں کو سورج اور ستاروں کا ارتفاع اور اپنے علاقے کا طولِ بلد اور عرضِ بلد معلوم کرنا پڑتا ہے۔ خراج۔ عشر اور غنیمت کے سلسلے میں رسول اللہؐ کی ہدایات بھی حصول علم کے لئے ایک محرک ثابت ہوئیں۔ ان مدوں سے جو آمدنی ہوتی تھی اس کے حساب کتاب کے لئے ریاضی کا علم حاصل کرنا ضروری تھا۔ ورثے کی تقسیم بھی جس کے متعلق قرآن کریم نے واضح احکام دیئے ہیں علم الحساب کے لئے ایک محرک ثابت ہوئی۔ اسلام کے قانون وراثت کے مطابق ورثاء میں ان کے حصوں کی

تقسیم کے لئے بہت سی کتابیں لکھی گئیں۔ طبی معاملات کے بارے میں رسول اللہ صلعم کے ارشادات مثلاً یہ کہ ہر اس بیماری کے لئے جس میں اللہ تعالیٰ انسانوں کو مبتلا کرتا ہے اس نے ایک مناسب علاج پیدا کیا ہے مسلمانوں کی طبی تحقیقات کا ایک ذریعہ ثابت ہوئے۔ انسانوں کی فلاح و بہبود کے کام کرنے کے لئے اسلامی ہدایات نے مسلمان حکمرانوں اور عام لوگوں کی توجہ ادویات کی تیاری، حفظانِ صحت کی ترقی اور نئے ہسپتالوں کے قیام کی طرف مبذول کرائی۔

علماء کا مقام

حدیثِ نبویؐ میں علماء کو انبیاء کا وارث قرار دیا گیا ہے۔ ایک حدیث میں بتایا گیا ہے کہ جب اللہ کسی کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو دین کی فہم عطا فرماتا ہے۔ قرآن کریم کی متعدد آیات بھی علماء کے بلند مقام پر روشنی ڈالتی ہیں:

و۔ ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیراً کثیراً۔ (۲-۲۶۹)

(جس کو حکمت دی گئی اس کو خیر کثیر دی گئی)۔

ب۔ انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء۔ (۳۵-۲۸)

(اللہ کے بندوں میں صرف علماء پر اس کی خشیت طاری ہوتی ہے)

قرآن کریم نے اہلِ علم کو علم نہ رکھنے والوں کے مساوی نہیں قرار دیا۔ اس سے علماء کی عظمت ظاہر ہوتی ہے۔

قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لایعلمون ۔ (۳۹-۹)

(آپ کہہ دیجئے کیا وہ لوگ جو علم رکھتے ہیں اور جو علم نہیں رکھتے برابر ہیں)

علماء کو عبادت گزار لوگوں پر بھی فضیلت دی گئی ہے۔ ارشاد نبویؐ ہے۔

فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادناکم۔

(عابد پر عالم کی فضیلت ایسی ہے جیسی میری فضیلت تم میں سے سب سے ادنیٰ پر)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے نتیجے میں نئے نئے علوم کی بنیاد پڑی۔ مثلاً فقہ اور اصولِ فقہ۔ عربی زبان کی گرامر وغیرہ۔ رسول اللہ صلعم کے ارشاد:

"من کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار۔"

(جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے) نے مسلمانوں کو محتاط کر دیا کہ رسول اللہ صلعم کی طرف کوئی غلط بات منسوب نہ ہونے پائے۔ اس مقصد کے لئے علم الرجال وجود میں آیا۔ تاکہ کسی روایت پر یقین کرنے سے پہلے راوی کو یا کسی خبر کو ماننے سے پہلے مخبر کو پرکھ لیا جائے اس اصولِ نقد و تحقیق سے بے سروپا داستانوں کا اصل تاریخی واقعات سے جدا کرنا آسان ہوگیا۔ اور اس طرح علم تاریخ کو ایک ٹھوس اور مستند شکل حاصل ہوگئی۔

اس طرح مشاہدۂ کائنات کے بارے میں قرآن کریم کی ہدایات نے مسلمانوں کو مشاہدات دیا تجربات جو مشاہدات ہی ہیں جو مخصوص حالات میں کئے جاتے ہیں) کی طرف متوجہ کیا اور آگے چل کر مشاہدات و تجربات ہی سائنسی تحقیقات کی بنیاد قرار پائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے علم پر عام طور پر مذہبی پیشواؤں کی اجارہ داری تھی جیسے ہندوستان میں پنڈتوں کی اور یورپ میں پادریوں کی۔ یا صرف بعض امرا پڑھنا لکھنا سیکھتے تھے۔ رسول اللہ صلعم نے علم کو ہر انسان کے لئے عام کرنے کی ہدایت فرمائی اور اس اہم کام کو خود بھی کر کے دکھایا۔

رسول اللہ صلعم کی ہدایات و تعلیمات کی بدولت مسلمانوں میں ایک وسیع علمی تحریک پیدا ہوگئی۔ جس کا تفصیل سے ذکر مسلم مؤرخین نے کیا ہے۔ اور غیر مسلم محققین بھی اس کا اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکے۔ انگلستان کے ایک محقق رابرٹ بریفالٹ لکھتے ہیں کہ اس امر کی نہ کوئی مثال پہلے موجود تھی اور نہ اب تک ہے کہ کسی وسیع سلطنت کے طولِ بلد وعرضِ بلد میں حکمران طبقے اتنے بڑے پیمانے پر حصولِ علم کی مجنونانہ خواہش سے سرشار ہوگئے ہوں۔ خلفاء امرا اپنے محلوں سے اٹھ کر کتب خانوں اور رصد گاہوں میں جا گھستے تھے۔ اہلِ علم کے خطبات کو سننے اور ان سے مسائلِ ریاضی کے متعلق مذاکرات کرنے میں ہرگز کوتاہی نہ کرتے۔ مسودات و مخطوطات اور نباتاتی نمونوں سے لدے ہوئے کارواں بخارا سے دجلہ تک رواں دواں رہتے۔ کتابوں اور معلموں کے حصول کی خاطر قسطنطنیہ اور ہندوستان کو خاص سفیر بھیجے جاتے تھے۔ کسی سلطنت سے تاوانِ جنگ وصول کرنے کے سلسلے میں یونانی مصنفین یا کسی ممتاز ریاضی دان کی تصنیف حاصل کرنے کا مطالبہ کیا جاتا تھا۔ ہر مسجد کے ساتھ ایک مدرسہ ملحق ہوتا تھا۔ وزرائے سلطنت کتب خانوں کے قیام، مدارس کے لئے

اوقاف کے انتظام اور غریب طلبہ کے لئے وظائف کے اہتمام میں اپنے آقاؤں سے بھی بڑھ جانا چاہتے تھے۔ اہلِ علم کو بلا امتیازِ نسل و مذہب دوسرے سب لوگوں پر فوقیت دی جاتی تھی۔ ان پر دولت و ثروت اور اعزازات کی بارش کر دی جاتی تھی۔ وہ صوبوں کے گورنر تک مقرر کر دیئے جاتے۔ جب خلفاء کسی سفر یا مہم پر روانہ ہوتے تو اہلِ علم کا ایک گروہ اور کتابوں سے لدے ہوئے اونٹوں کی ایک قطار ہمراہ ہوتی تھی۔

یہ علمی تحریک بارہویں صدی میں زیادہ تر مسلم اسپین کے ذریعے یورپ میں، جہاں کہ لکھنا پڑھنا خانقاہوں تک محدود تھا اور جہاں تعلیم کے بارے میں گریگوری پادری جیسے شخص کا یہ خیال تھا کہ جہالت پارسائی کی بنیاد ہے، پھیلنا شروع ہوئی اور یہی علمی تحریک سولہویں صدی میں یورپ کی نشاۃ ثانیہ کا سبب بنی۔ اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ مشرق و مغرب میں علم کی روشنی پھیلانے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا کتنا عظیم حصہ ہے۔

افسوس کہ علم کی روشنی کو دنیا تک پہنچانے والی مسلمان قوم آج عام طور پر علم سے محروم ہے اور اپنے دین اور تاریخ اور دوسرے علوم سے ناواقفیت کی وجہ سے دنیا کی بہت سی قوموں کے مقابلے میں پسماندہ ہے۔

ضرورت ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی روشنی میں آج مسلمان پھر سے علم و ہدایت کی شمع روشن کریں اور دنیا کے لئے مشعلِ راہ ثابت ہوں۔

(تذکارِ محمدؐ)